Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

نظیرؔ اکبر آبادی کی شاعری میں تصورِ زن: ایک تفصیلی و تجزیاتی مطالعہ

The Concept of Women in Nazir Akbarabadi's Poetry: A Detailed and Analytical Study

Dr. Qureshi Ateeque Ahmed Abdul Quddus — ڈاکٹر قریشی عتیق احمد عبدالقدوس
Head, Department of Urdu — صدر شعبہ اُردو
Arts, Sci. & Comm. College, Badnapur — آرٹس، سائنس و کامرس کالج، بدناپور ضلع جالنہ (مہاراشٹر)
e-mail: ateeqahmedhnl@gmail.com

تمہید: نظیرؔ کا عہد اور عوامی اسلوب:

اردو شاعری کی تاریخ میں نظیرؔ اکبر آبادی (۱۷۴۰ء۔ ۱۸۳۰ء) ایک ایسی قد آور شخصیت ہیں جن کا فن کسی خاص دبستانِ فکر کا پابند نہیں۔ دہلی میں پیدا ہوئے لیکن آگرہ کی خاک سے وہ تعلق استوار کیا کہ "اکبر آبادی" کہلائے۔ ان کا عہد وہ تھا جب اردو غزل اپنے جوبن پر تھی اور محبوب کا تصور ایک خاص درباری اور روایتی علامتوں میں قید تھا۔ ایسے میں نظیرؔ نے قلندرانہ بے باکی کے ساتھ شاعری کا رخ عوام کی طرف موڑ دیا۔ وہ محض ایک شاعر نہیں بلکہ ایک سماجی مورخ بھی تھے جنہوں نے ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کو اپنی نظموں میں سمو دیا۔ ان کے ہاں زندگی اپنے تمام تر حقیقی رنگوں کے ساتھ موجود ہے، اور اسی زندگی کا ایک اہم اور لازمی جزو "عورت" ہے، جسے نظیرؔ نے روایتی تقدس یا محض خیالی پیکر کے بجائے ایک جیتی جاگتی حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔

زمین کا رشتہ اور صنفِ نازک:

نظیرؔ کی شاعری کی سب سے بڑی خوبی ان کی "زمینی وابستگی" ہے۔ مجنوں گورکھپوری نے بجا طور پر انہیں اردو کا وہ پہلا شاعر قرار دیا جس نے آسمانی تخیلات کے بجائے زمین کی مٹی سے جنم لینے والے موضوعات پر بات کی۔ جب نظیرؔ عورت کی بات کرتے ہیں تو وہ کسی فارسی داستان کی شہزادی نہیں ہوتی، بلکہ وہ اسی سماج کا حصہ ہوتی ہے۔ ان کی نظموں میں 'عشق'، 'جدائی'، 'دلبری'، 'وصل' اور 'خوابِ عشرت' جیسے عنوانات کے تحت عورت کے نفسیاتی اور جسمانی مطالبات کو نہایت سچائی سے بیان کیا گیا ہے۔

سراپا نگاری: حسن کی فطری عکاسی:

نظیرؔ کے ہاں عورت کا سراپا محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک متحرک تصویر ہے۔ وہ عورت کے حسن کو بیان کرتے ہوئے اس کی نزاکت اور سنگھار کی اس حوالے سے ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، جہاں وہ استعاروں کی مدد "پری کا سراپا" چھوٹی چھوٹی تفصیلات کو نظر انداز نہیں کرتے۔ ان کی نظم سے ایک مکمل پیکر تراشتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

خوں ریز کرشمہ، ناز و ستم، غمزوں کی جھکاوٹ ویسی ہی مژگاں کی سناں، نظروں کی انی، ابروں کی کھچاوٹ ویسی ہی قتال نگہ اور ڈشٹ غضب،
آنکھوں کی لگاوٹ ویسی ہی پلکوں کی جھپک، پُتلی کی پھرت، سرمے کی لگاوٹ ویسی ہی عیار نظر، مکار ادا، تیوری کی چڑھاوٹ ویسی ہی (۱)

ان اشعار میں "سرمے کی لگاوٹ" اور "تیوری کی چڑھاوٹ" جیسے مشاہدات بتاتے ہیں کہ نظیرؔ کی نظر عورت کے صرف خارجی حسن پر نہیں بلکہ اس کے اندازِ بیاں اور اداؤں پر بھی گہری تھی۔

فحش نگاری یا سچی عکاسی؟:

نظیرؔ کی عشقیہ شاعری پر بعض قدامت پسند نقادوں نے عامیانہ پن اور فحش نگاری کا الزام لگایا ہے۔ لیکن اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہ فحاشی نہیں بلکہ "فطری اظہار" ہے۔ وہ زندگی کے کسی بھی پہلو کو چھپانے کے قائل نہیں۔ عبدالمومن الفاروقی نے کلیاتِ نظیر کے مقدمے میں اس نکتے کی نہایت خوبصورت وضاحت کی ہے:

> ''اس کے دل و دماغ کی صفائی اور اس کی تحریر کی لطافت اس درجے کی ہے کہ جب وہ کوئی فحش خیال بھی پیدا کرتا ہے... تو فحش پر اس لطافت کے ساتھ پردہ ڈال دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ خود ہندوستانیوں کو بھی صاف نظر نہیں آتا۔''(۲)

نظیرؔ کے ہاں جنسی جذبات میں ایک طرح کی معصومیت اور سچائی ہے۔ وہ عورت کو ہوس کا نشانہ نہیں بناتے بلکہ اس کی نسائی کشش کو ایک فنکار کی حیثیت سے سراہتے ہیں۔ وہ صنفِ نازک کی حرکات کو سماجی زندگی کے فطری مسائل کے طور پر دیکھتے ہیں۔

تہذیبی و ثقافتی تناظر میں عورت:

نظیرؔ کی شاعری میں عورت محض ایک "محبوبہ" نہیں بلکہ وہ تیوہاروں کی رونق اور میلوں کی جان ہے۔ ہندوستان کا کوئی بھی تیوہار — خواہ وہ ہولی ہو، عید ہو یا دیوالی — عورت کی شرکت کے بغیر نظیرؔ کے ہاں مکمل نہیں ہوتا۔ وہ عورت کو "عوامی زندگی" کا ایک فعال رکن تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں عورت کبھی راکھی باندھتی نظر آتی ہے، کبھی ہولی کے رنگوں میں شرابور ہے، اور کبھی عید کی تیاریوں میں مگن۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نظیرؔ عورت کو صرف بستر کی زینت یا خلوت کی رفیق نہیں سمجھتے، بلکہ وہ اسے سماج کے ہر رنگ میں جلوہ گر دیکھتے ہیں۔

گوشت پوست کی ہندوستانی عورت:

نظیرؔ کے عہد میں غزل کا محبوب اکثر ایک "مبہم" شخصیت ہوتا تھا جس کی جنس کا بھی تعین مشکل ہوتا تھا۔ لیکن نظیرؔ نے اس روایت کو توڑ کر ایک ایسی عورت پیش کی جو

۱) مقامی ہے۔: اس کے مسائل اور اس کا سنگھار خالص ہندوستانی ہے۔

۲) جذباتی ہے: ۔وہ ہجر میں تڑپتی بھی ہے اور وصال پر خوش بھی ہوتی ہے۔

۳) حقیقی ہے: ۔وہ خیالی پریوں کی طرح اُڑتی نہیں بلکہ زمین پر چلتی پھرتی دکھائی دیتی ہے۔

نظیرؔ کی نظموں میں عورت کی حرکات و سکنات کا ایسا بیان ملتا ہے جو قاری کو محظوظ بھی کرتا ہے اور متاثر بھی:

> اک شورِ قیامت ساتھ چلے، نکلے کافر جس بن ٹھن بلدار کمر، رفتار غضب، دل کی قاتل، جی کی دشمن کچھ ہاتھ ہلیں، کچھ پاؤں ہلیں، پھڑکے بازو، تھرکے سب تن۔(۳)

معاشرتی عکاسی اور مقصدیت:

نظیرؔ کی شاعری کی ایک اور جہت عورت کی معاشرتی اور معاشی حالت کا بیان ہے۔ انہوں نے اپنے دور کی عورت کی بے بسی اور سماجی دباؤ کو بھی محسوس کیا۔ ان کے کلام سے عیاں ہوتا ہے کہ اس وقت کی عورت کن پستیوں اور ظلمتوں کا شکار تھی۔ ان کی ہمدردی ہمیشہ پسے ہوئے طبقات کے ساتھ رہی، اور چونکہ عورت اس وقت ایک کمزور طبقہ تھی، اس لیے نظیرؔ نے اس کے جذبات کو زبان دے کر اسے ایک نئی شناخت دی۔

حاصلِ کلام

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نظیرؔ اکبر آبادی کی شاعری میں "تصورِ زن" تنوع اور رنگا رنگی کا حامل ہے۔ انہوں نے عورت کو روایتی عشق و عاشقی کے خول سے نکال کر زندگی کی وسیع شاہراہ پر لا کھڑا کیا۔ ان کے ہاں عورت کی پاکیزگی، اس کی شوخی، اس کا حسن اور اس کے مسائل سب ایک توازن کے

ساتھ موجود ہیں۔عبدالمومن فاروقی کے بقول،ان کی شاعری میں "سر سے پا تک ظرافت اور لطافت چھائی ہوئی ہے"۔نظیرؔ نے ثابت کیا کہ عورت کا وجود کائنات کے حسن کا وہ استعارہ ہے جس کے تذکرے کے بغیر انسانی زندگی کی کہانی ادھوری ہے۔

حوالہ جات:

۱۔نظیرؔ اکبر آبادی،'پری کا سراپا'،کلیاتِ نظیرؔ،ص ۲۵۷
۲۔عبدالمومن الفاروقی،مقدمہ کلیاتِ نظیرؔ،ص ۶۵
۳۔نظیرؔ اکبر آبادی،اقتباس از کلیات
۴۔عبدالمومن الفاروقی،مقدمہ کلیاتِ نظیرؔ،ص ۶۵ (ایضاً)

☆ ☆ ☆